مولانا عبدالواحد گکھڑوی

سیرتِ صدیق اکبرؓ

نام عبداللہ۔ کنیت ابوبکر اور صدیق و عتیق لقب تھا۔ والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ تھی۔ والدہ ماجدہ کا نام سلمٰی اور کنیت ام الخیر تھی۔ خاندانی رشتہ سے اپنے شوہر کی چچا زاد بہن تھیں۔

نسب :

حضرت صدیقِ اکبرؓ قریش کی ایک شاخ تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کی طرف سے شجرۂ نسب یہ ہے :

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن کنانہ۔

اور والدہ کا نسب نامہ یہ ہے :

" سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب۔

اس حقیقت سے انکار نا ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل سرزمینِ عرب کا افق شرک سے تاریک ہو چکی تھی۔ عرب کی سنگلاخ اور پتھریلی زمین سے ختمِ نبوت کا سورج طلوع ہوا اور اس کی کرنیں سب سے پہلے جوانی کی حالت میں جس پر پڑیں، وہ بلاشبہ صدیقِ اکبرؓ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ارتداد و بغاوت کا سیلاب چاروں طرف سے اس زور شور سے اٹھا کہ اس کے مقابلے میں مادی اسباب

کے ماتحت وہ صحابہؓ جو مدینے میں محصور ہو کر رہ گئے تھے، وہ تو رہے ایک طرف، خود حضرتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جبینِ استقلال پر اضطراب و تشویش کی شکن پیدا ہو گئی۔ کہ جیشِ اسامہؓ کو قبائلِ عرب کی طرف بھیجنا چاہیئے یا نہیں اور مانعینِ زکواۃ سے جہاد و قتال کہاں تک درست ہے؟ ——— مگر وہ خلیفۃ الرسول حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے کہ جس عزم و ہمت اور استقلال و پامردی کے ساتھ ان حالات و حوادث کا مقابلہ کیا، وہ انسانی تدبر و عزم کی تاریخ کا بلند ترین شاہکار رہے۔ تدبر کا یہ عالم کہ بڑے بڑے مغربی مصنفین بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان حالات میں جیشِ اسامہؓ کا بھیجنا، ایک بہترین سیاسی حربہ تھا جس نے قبائلِ عرب اور روم و ایران کی طاقتوں کو نفسیاتی طور پر مرعوب کر دیا تھا۔ عزم و استقلال کا یہ حال کہ وہی رقیق القلب اور پیکرِ تقدس انسان جن کی آنکھوں میں آنحضرت صلعم کا نام سن کر ہی، آنسو آ جاتے تھے۔ آج وہی فاروقِ اعظمؓ سے اس انداز میں بات کر رہے ہیں کہ: "أَجَبَّارٌ فِي الجاهلية وخوار في الاسلام" آپ فاروق کیا جاہلیت کے زمانے میں اس قدر سخت تھے اور اسلام لانے کے بعد اس قدر نرم ہو گئے ہو؟ خدا کی قسم، اگر آپ میرا ساتھ نہیں دیں گے تو بھی میں اکیلا جا کر ختمِ نبوت کے منکرین کے ساتھ جہاد کروں گا۔ جب تک میری جان میں جان ہے اور رگوں میں خون باقی ہے، کٹ تو سکتا ہوں مگر میرے ہوتے ہوئے جھوٹی نبوت نہیں چل سکتی۔"

تواضع، انکساری اور مسکنت کے ساتھ ساتھ شجاعت کا وصف، ان دونوں کا یکجا اکٹھا ہونا بہت مشکل ہے۔ مگر صدیقِ اکبرؓ کے لئے تو خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور صحبت کا اثر تھا کہ ایک طرف اگر بادِ نسیم و شبنم کی لطافت رکھتے تھے، تو دوسری طرف پہاڑوں کی سنگینی اور پتھر کی سختی بھی تھی۔ ایک طرف پانی کی رقت تھی تو دوسری طرف بادِ صرصر کی شوخیاں بھی تھیں۔ صدیقِ اکبرؓ کا اصل سرمایۂ فخر و نازش، وہ عشق تھا جو آپؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ باصفات سے تھا اور جو آپ کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔ حقیقت میں یہی عشق و محبت تھی جس کی وجہ سے آپؓ کی ذات کمالات کا مرقع بن گئی تھی۔

جب تک ختمِ نبوت کا آفتابِ جہاں تاب اس عالم میں جلوہ فگن رہا، آپؓ کا ساتھ دیا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو حالت

یہ تھی کہ جب کبھی آپؓ کی زبان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ فرماتے ہیں کہ ایک سال بعد جب صدیقِ اکبرؓ منبرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، ابھی زبان پر "قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الاول" تھا کہ آپؓ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ یاد آ گیا تو رونے لگ گئے اور بڑی مشکل سے خطبہ کا اختتام کیا۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو کچھ لوگوں کو، جن کا گھر کا کام کاج آپؓ کر دیا کرتے تھے، خیال ہوا کہ اب ہماری بکریوں کا دودھ کون دوہے گا، تو صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ سے ان کی ڈھارس بندھائی کہ "جو خلافت سے پہلے تمہاری بکریوں کا دودھ دوہتا تھا، وہی اب بھی دوہے گا"۔ اور پھر اس پر عمل کر کے دکھا بھی دیا۔

ابتدائے اسلام میں جبکہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کل ۳۹ مسلمان تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصرار کیا کہ اپنے آپ کو ظاہر کیا جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ ابھی ہم تھوڑے ہیں۔ صدیقِ اکبرؓ نے پھر اصرار کیا لیکن بارگاہِ نبوت سے پھر یہی جواب ملا۔ آپؓ نے پھر اصرار کیا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرما دی۔ مسجد نبوی میں آ کر بیٹھ گئے۔ جب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو مشرکینِ مکہ کو خبر ملی، مسجد میں آ کر صدیقِ اکبرؓ کو اس قدر مارا کہ آپؓ بے ہوش ہو گئے۔ یہ خبر آپؓ کے قبیلہ والوں کو ملی تو آ کر آپ کو چھڑا لیا اور گھر لے گئے۔ ہوش آیا تو پوچھا، کیا حال ہے؟ جواب میں فرمایا:

"تم میرا حال کیا پوچھتے ہو؟ یہ بتاؤ میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہے؟"

جب آپؓ کی طرف کھانے کے لئے کچھ پیش کیا گیا تو فرمایا:

"قسم ہے مجھے ذاتِ اقدس کی، جب تک ان آنکھوں سے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ نہیں دیکھ لیتا، کھانے کو ہاتھ نہ لگاؤں گا۔"

اس پر آپؓ کو اسی کیفیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ نظریں جب رخِ انور پر پڑیں تو بیہوش ہو کر گر گئے ——— اسی دن حضرت حمزہؓ